کریڈٹ کارڈ-تعارف اور فقہی جائزہ

(۲/۲)

از: مفتی عارف محمود
استاذ ورفیق شعبۂ تصنیف وتالیف
جامعہ فاروقیہ کراچی

کریڈٹ کارڈ کا فقہی جائزہ

خریداری کے وقت کریڈٹ کارڈ کی دوحالتیں ہوتی ہیں: ۱- عربی میں اس حالت کو ”بطاقة مغطاة“ کہتے ہیں، مطلب یہ کہ اس سے مراد وہ کارڈ ہے جس کے اجراء کے وقت بینک صارف پر لازم کرتا ہے کہ وہ اپنے اکاؤنٹ میں کارڈ استعمال کرنے کی صورت میں مہیا کی گئی قرض کی آخری مقدار کے برابر رقم جمع کروا دے، اور وہ رقم جب تک کارڈ استعمال ہوتا رہے گا اس کی اکاؤنٹ میں باقی رہے گی، جیسے ڈیبٹ کارڈ (Debit Card)۔ ۲-دوسری حالت کو عربی میں ”بطاقة غیر مغطاة “ کہتے ہیں، یعنی مراد وہ کارڈ ہے جس کے اجراء کے لیے بینک صارف پر رقم جمع کروانے کی کوئی شرط نہیں رکھتا کہ وہ اپنے اکاؤنٹ میں کارڈ کے ذریعے فراہم کی گئی قرض کی مقدار کے برابر رقم رکھے۔ (۴۰) جیسے چارج اور کریڈٹ کارڈ۔ پہلی حالت (ڈیبٹ کارڈ، تکییف): وہ کارڈ جن کے اجراء کے لیے بینک اکاؤنٹ میں رقم کا ہونا ضروری ہے، جیسے ڈیبٹ کارڈ (Debit Card) معاصر علماء کی بڑی تعداد نے اس کی فقہی تکییف بطور ”حوالہ“ کے کی ہے، چناں چہ پروفیسر صدیق محمد امین الضریر، (۴۱) ڈاکٹر محمد قری بن عبید، (۴۲) مولانا رحمت اللہ ندوی، (۴۳) ڈاکٹر وہبہ زحیلی، (۴۴) اور فقہ اکیڈمی انڈیا کے مفتی عبداللطیف پالنپوری، اور ایک قول میں مولانا ابرار خان ندوی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا محمد اعظم ندوی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا محمد ارشد فاروقی ، (۴۵) وغیرہ نے ڈیبٹ کارڈ کی فقہی تکییف ”عقد حوالہ“ سے کی ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثانی صاحب زید مجدہ نے بھی اسے ”حوالہ“ کے ذیل میں ذکر فرمایا ہے۔ (۴۶) مجمع الفقہ الإسلامی نے اپنے پندرہویں سیمینار (جو کہ مسقط میں

منعقد ہوا تھا) میں یہ قرارداد منظور کی ہے کہ ڈیبٹ کارڈ جاری کرنا اس کے ذریعہ خرید وفروخت وغیرہ جائز ہے، اس شرط پر کہ ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے جرمانہ (سودی فائدہ) نہ دینا پڑتا ہو۔(۴۷) ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی کہتے ہیں کہ ڈیبٹ کارڈ جارڈ کرنے کے جواز کی دو شرطیں ہیں: ۱-صاحبِ کارڈ اپنے بیلنس، یا ڈپازٹ سے رقم نکالے گا-۲-اس کارڈ کے ذریعہ معاملہ کرنے پر کوئی اضافی سود مرتب نہیں ہوگا۔ (۴۸) فقہ اکیڈمی انڈیا کے مولانا محمد شوکت ثنا قاسمی صاحب ڈیبٹ کارڈ سے استفادہ کو جائز قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''البتہ خرید وفروخت کی صورت میں اگر قیمت کی ادائیگی کسی طرح غرر، یا بائع مشتری میں سے کسی کو ضرر ہو، تو پھر اس کے ذریعہ خرید و فروخت قابل غور ہوگی۔(۴۹) حاصل یہ ہوا کہ معاصر علماء کی اکثریت نے بطاقۃ مغطاۃ یعنی ڈیبٹ کارڈ کو عقد حوالہ قرار دیا ہے، کارڈ ہولڈر کو محیل، کارڈ جارڈ کنندہ جو کہ کارڈ ہولڈر کا مدیون بنتا ہے، اسے محال علیہ اور تاجر کو محال سے تعبیر کیا، اس سے استفادہ کو جائز قرار دیا، البتہ یہ شرط رکھی گئی ہے کہ کارڈ ہولڈر اپنے ہی بیلنس سے رقم نکالے، اور اس پر ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے سودی فائدہ مرتب نہ ہوتا ہو، اسی طرح قیمت ادائیگی میں غرر اور بائع ومشتری کسی کا ضرر بھی نہ ہو، وگرنہ ان خرابیوں کی وجہ سے ڈیبٹ کارڈ سے استفادہ اور اس کا اجراء ان علماء کے نزدیک ناجائز قرار پائے گا۔

دوسری حالت (کریڈٹ کارڈ، چارج کارڈ)

بطاقۃ غیر مغطاۃ یعنی کریڈٹ وچارج کارڈ کو خرید وفروخت کے لیے استعمال کرتے وقت، اس کی تکییف فقہی میں معاصر علماء کا اختلاف ہے، اس بارے میں متعدد آراء ہیں، ذیل میں ان کا خلاصہ ذکر کیا جائے گا۔ پہلی رائے اس کی تکییف فقہی میں یہ ہے کہ یہ ''قرض'' ہے، ڈاکٹر بکر بن عبداللہ ابوزید، (۵۰) ڈاکٹر عبدالوہاب ابوسلیمان، (۵۱) ڈاکٹر محمد بالوالی، (۵۲) اور فقہ اکیڈمی انڈیا کے بہت سے ارکان نے اس کی تکییف ''قرض'' سے کی ہے۔

پہلی تکییف ''قرض'' پر ہونے والے اعتراضات

بطاقۃ غیر مغطاۃ یعنی کریڈٹ وچارج کارڈ کی فقہی تکییف ''قرض'' پر فقہی اعتبار سے درج ذیل اعتراضات وارد ہوتے ہیں: ۱- مقرض ومستقرض کے درمیان دوطرفہ تعلق ہوتا ہے، یعنی اس میں عاقدین دو ہوتے ہیں، قرض دینے والا اور قرض لینے والا، جب کہ کارڈ کی صورت میں عقد تین اطرف میں پایا جاتا ہے، دائن یعنی تاجر، مدیون یعنی کارڈ ہولڈر اور قرض ادا کرنے والا بینک، کارڈ ہولڈر کی طرف سے ادائیگی کرنے والا کارڈ جاری کنندہ بینک دین کی ادائیگی میں حامل

کارڈ کا نائب سمجھا جائے گا؛ اس لیے کہ بینک کو یہاں پر متبرع ماننا ممکن نہیں، لہٰذا بینک یا تو حامل کا کفیل ہوگا، یا وکیل، یا محال علیہ''۔(۵۳)

۲- بسا اوقات کارڈ ہولڈر کارڈ کو استعمال میں نہیں لاتا، جب کہ قرض میں یہ ضروری ہے کہ مال کی ادائیگی اور اس کا بدل واپس کیا جائے جیسے کہ قرض کی تعریف فقہی میں مذکور ہے: دفع مال إرفاقاً لمن ینتفع بہ ویرد بدلہ لہ". (۵۴) ''کسی کو مال دینا بطور احسان کہ وہ اس سے نفع اٹھائے اور اس کا بدل اسے واپس لوٹائے'' یا قرض ایک عقد مخصوص کو کہتے ہیں کہ دوسرے کو مال مثل دیا جائے تاکہ وہ (بعد میں) اس کا مثل لوٹائے۔(۵۵) قرض میں قبضہ کا پایا جانا ضروری ہے، اس لیے کہ عقد قرض میں تصرف قبضہ موقوف ہوتا ہے، اور ملکیت بھی اسی پر موقوف ہوتی ہے۔(۵۶) جب کہ ''بطاقۃ غیر مغطاۃ'' میں کسی نوع کا بھی قبضہ نہیں پایا جاتا ہے؛ اس لیے کہ کارڈ ہولڈر کا کوئی بیلنس نہیں ہوتا ہے، اسی کے بارے میں ڈاکٹر علی السالوس کہتے ہیں: "ولکن لو فرضنا أن البطاقۃ ھذہ لیس لھا رصید، فحامل البطاقۃ سوف یدفع فیما بعد، إذن فالدفع بالطاقۃ لا یعتبر قبضاً''.(۵۷) یعنی: اگر ہم یہ فرض کریں کہ اس کارڈ کا کوئی بیلنس نہیں، کارڈ ہولڈر بعد میں ادائیگی کردے گا، تو کارڈ کے ذریعے ادائیگی کو قبضہ نہیں سمجھا جائے گا۔''

۳- قرض کی تعریف اور حقیقت یہ ہے کہ وہ بطور احسان کے ہوتا ہے، جب کہ بینک عمومی طور سے کوئی بھی چیز بغیر اجازت کے نہیں دیتے، لہٰذا قرض سے زائد جو بھی اجرت وصول کی جائے گی وہ سود شمار کی جائے گی۔(۵۸)

۴- کارڈ کی تکییف بطور قرض کے کرنا، یہ اس کے تمام حالات و مراحل کا احاطہ نہیں کرتا، اس کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد عبدالحلیم لکھتے ہیں: ''اس بات کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ بینک کارڈ ہولڈر کی طرف سے معین رقم کی تاجر کو ادائیگی کے بعد اس کا حق رکھتا ہے کہ وہ حامل بطاقۃ سے اس مبلغ کا مطالبہ کرے؛ کیوں کہ اس ادائیگی کے نتیجے میں بینک کارڈ ہولڈر کا دائن بنتا ہے (اور دائن کو حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ مدیون سے اپنے دین کا مطالبہ کرے) جب کہ کارڈ کے اجراء اور تاجر سے معاہدے پر دستخط کرتے وقت کسی طرح کے قرض لین دین کا وجود نہیں ہوتا''۔(۵۹)

۵- یہاں ایک اشکال یہ ہے کہ مقرض یعنی قرض دینے والا کون ہے؟ قرض لینے والا تو معلوم اور متعین ہے، اور وہ کارڈ ہولڈر ہے، قرض کے احکام میں یہ بنیادی شرط ہے کہ قرض دینے والا اہل

تبرع میں سے ہو، وگرنہ قرض دینا شرعاً درست نہ ہوگا؛ کیوں کہ اہل تبرع میں سے نہ ہونے کی وجہ سے اہلیت بھی نہ ہوگی، جب اہلیت نہیں ہوگی تو قرض کیسے دے گا، بہر حال قرض دینے والا مجہول ہے، یہ معلوم نہیں کہ قرض دینے والے یہاں بورڈ آف ڈائریکٹران ہیں، یا شخص قانونی یا کوئی اور؟؟؟۔ بینک کسی حال میں بھی اس کی تعیین نہیں کرتے، عام طور سے تو نفع لیتے وقت بورڈ آف ڈائریکٹران اور شرکاء سامنے آتے ہیں، اور نقصان کے وقت ایک فرضی تصور ''شخصی قانونی'' کو شخص حقیقی باور کرواکے آگے کردیا جاتا ہے، اگرچہ دستاویزات میں پہلے والے معاملے میں بھی شخص قانونی کا تذکرہ ہوتا ہے، مگر درحقیقت نفع لینے والے تو بینک کے مالکان ہی ہوتے ہیں، اگر شخص قانونی کو مقرض مان بھی لیا جائے تو اس پر ہونے پر تمام اعتراضات یہاں بھی وارد ہوں گے۔

دوسری رائے (وکالہ)

''بطاقۃ غیر مغطاۃ'' کی تکییف کے سلسلے میں دوسری رائے وکالہ کی ہے، جن علماء نے اسے وکالت قرار دیا ہے ان میں ڈاکٹر وہبہ مصطفیٰ زحیلی صاحب ہیں، وہ کہتے ہیں: ''یہ کارڈ حوالہ کے قبیل سے ہے، آج بینکوں میں پائے جانے والے حوالے پر اجرت لی جاتی ہے، تو ممکن ہے کہ اسے ہم اس قبیل سے مان لیں، یا اجرت پر وکالت کے قبیل سے مانیں''۔(۶۰) ڈاکٹر عبدالستار ابوغدہ صاحب کے مطابق کارڈ کا یہ نظام وکالت اور کفالت دونوں کو متضمن ہے، جب کہ (مروجہ) اسلامی بنکوں کے حوالے سے یہ قرضہ حسنہ بھی ہے، ان کا کہنا ہے: کارڈ کے استعمال میں اصل یہ ہے کہ اس میں توکیل اور کفالت پائی جاتی ہے، اور بعض دفعہ قرضہ حسنہ کی صورت ہوتی ہے ان بینکوں میں جو صارف کا اکاؤنٹ (بیلنس) سے براہ راست ادائیگی کو شرط قرار نہیں دیتے؛ بلکہ کارڈ جاری کنندہ اس کی طرف سے ادا کرتا ہے پھر اپنا حق وصول کرتا ہے''۔ (۶۱) دوسری تکییف (وکالہ) پر ہونے والے اعتراضات ''بطاقۃ غیر مغطاۃ'' یعنی وہ کارڈ جس کے اجراء کے لیے بینک کے پاس بیلنس رکھوانا مشروط وضروری نہ ہو، اس کی تکییف بطور وکالہ پر وارد ہونے والے اعتراضات درج ذیل ہیں: ۱- وکالت میں عقد کا تعلق طرفین یعنی وکیل اور مؤکل کے درمیان ہوتا ہے، جب کہ کارڈ میں یہ تعلق تین اطرف پر مشتمل ہوتا ہے، کارڈ ہولڈر، کارڈ جاری کنندہ اور تاجر۔

۲- عقد وکالہ میں وکیل کو مؤکل کی طرف سے دین کی ادائیگی پر مجبور نہیں کیا جاسکتا ہے، (۶۲) جب کہ کارڈ کے معاملے میں وکیل یعنی کارڈ جاری کرنے والا کارڈ ہولڈر یعنی

مؤکل کی طرف سے دین کی ادائیگی پر مجبور ہوتا ہے۔(۶۳)

۳- وکالت میں یہ ضروری ہے کہ محل وکالہ یعنی جس چیز کے بارے میں وکیل بنایا جارہا ہو، وہ عقد کے وقت موجود ہو، جب کہ کارڈ میں محل وکالت یعنی دین عقد کے وقت موجود نہیں ہوتا ہے۔(۶۴)

۴- مؤکل جن چیزوں میں خود تصرف کرسکتا ہے، انہی میں وکیل بنا سکتا ہے، اگر مؤکل نے وکیل کو مطلق اپنا قائم مقام بنایا، تو یہ اس بات کا مقتضی ہے، وکیل کو بھی اس چیز کا اختیار ہو، جس کا مؤکل اختیار رکھتا ہے، کارڈ والے معاملے میں مؤکل یعنی کارڈ ہولڈر، تاجر کو خود ادائیگی نہیں کرسکتا ہے۔

۵- وکالت میں مال وکیل کے پاس امانت ہوتا ہے، اگر بغیر تعدی کے ہلاک وضائع ہوجائے تو اس پر کوئی ضمان نہیں، جب کہ کارڈ ہولڈر کا مال اور رقم کارڈ جاری کنندہ کے پاس ہر حال میں مضمون ہوتے ہیں۔(۶۵)

۶- کارڈ والے معاملے پر وکالت منطبق نہیں ہوتی، اور نہ ہی وکیل کے اوپر لازم ہے کہ وہ مؤکل کی طرف سے اپنے مال سے ادائیگی کرے، ورنہ یہ کفالت کی شکل اختیار کرلے گا۔(۶۶)

۷- کارڈ جاری کنندہ تاجر کے حقوق کا ضامن بھی ہوتا ہے، ایک ہی شخص کو ضامن اور وکیل بنانا حنفیہ کے ہاں درست نہیں، اس سے وکالت باطل ہوجاتی ہے۔(۶۷) یہاں یہ نہیں ہوسکتا کہ کفالت باطل ہوجائے، اور وکالت باقی رہے؛ اس لیے کہ کفالت وکالت سے اقوی ہوتی ہے تو وہی ناسخ بنے گی۔(۶۸) لہٰذا وکالت باطل ہوجائے گی نہ کہ کفالت۔ لہٰذا مذکورہ اعتراضات کی وجہ سے ''عقد بطاقۃ'' کی فقہی تکییف وکالہ سے کرنا درست نہیں؛ کیوں کہ وکالت اپنے تمام ارکان وشروط کے ساتھ اس معاملے پر منطبق نہیں ہوتی ہے۔

تیسری رائے (حوالہ)

''بطاقۃ غیر مغطاۃ'' کی فقہی تکییف میں تیسری رائے یہ ہے کہ یہ حوالہ ہے، معاصر علماء میں سے ڈاکٹر رفیق مصری،(۶۹) شیخ عبداللہ بن منیع،(۷۰) اور ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی(۷۱) وغیرہ نے اس کو اختیار کیا ہے۔ تیسری تکییف (حوالہ) پر ہونے والے اعتراضات ''بطاقۃ غیر مغطاۃ'' کی فقہی تکییف ''حوالہ'' پر درج ذیل اعتراضات وارد ہوتے ہیں: ۱- حوالہ کی تعریف یہ ہے: دین کو محیل سے محال علیہ کے ذمہ کی طرف منتقل ومحول کرنا(۷۲)، اس کا تقاضہ یہ ہے کہ محال علیہ محیل کا

مدیون ہو، جب کہ کارڈ میں ایسا نہیں ہوتا، کیوں کہ کارڈ کے اجراء کے وقت، یا تاجر سے معاہدے کے وقت کسی کا کسی پر کوئی دین نہیں ہوتا۔(۷۳) دین کے ثبوت پر وہ معاملہ وکالت یا کفالت قرار دیا جائے گا۔ (۷۴) شیخ ابراہیم الدبو نے لکھا ہے کہ اس مسئلہ پر حوالہ کا مفہوم بھی منطبق نہیں ہوتا؛ اس لیے کہ حوالہ تو محال علیہ کے ذمہ کسی دین سابق کا تقاضا کرتا ہے اور اس میں محیل کی رضا کا پایا جانا ضروری ہے، جب کہ یہاں ''بینک'' پر کوئی دین سابق نہیں پایا جاتا ہے کہ جس کی وجہ سے اس مسئلہ کو حوالہ کے قبیل سے سمجھا جائے، اور ہمارے نزدیک اس مسئلہ میں محیل کی رضا کا کوئی تصور بھی نہیں پایا جاتا۔(۷۵)

۲۔حوالہ جب مکمل ہوجائے تو وہ محیل کا دین سے بری ہوجانے کا تقاضا کرتا ہے، چناں چہ علامہ موصلی فرماتے ہیں: یعنی جب حوالہ مکمل ہوجائے تو محیل (دین) سے بری ہوجاتا ہے(۷۶)؛ جب کہ کارڈ والے معاملہ میں کارڈ ہولڈر صرف حوالہ کے مکمل ہونے سے بری نہیں ہوتا۔

۳۔اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ یہاں دین کی ادئیگی کا ذمہ کارڈ ہولڈر سے کارڈ جاری کنندہ کی طرف منتقل ہوجاتا ہے، تو پھر بھی اس سے بھی مکمل طور سے حوالہ متحقق نہیں ہوتا؛ کیوں کہ کوئی بھی تاجر کارڈ ہولڈر کو کوئی شئے یا خدمت صرف اس لیے فراہم کرتا ہے کہ اسے پہلے سے معلوم ہوتا ہے کہ بینک نے کارڈ ہولڈر کی طرف سے ادائیگی کی ذمہ داری قبول کی ہے، تو گویا یہ کفالہ کی طرح کوئی چیز لینا ہے (حقیقت میں حوالہ نہیں)۔(۷۷)

چوتھی رائے (وکالہ مع کفالہ)

بطاقۃ غیر مغطاۃ کی فقہی تکییف میں چوتھی رائے ''وکالہ مع الکفالہ'' کی ہے، یہ رائے ڈاکٹر مصطفیٰ الزرقا صاحب (۷۸) ڈاکٹر عبدالستار ابوغدہ صاحب (۷۹) مفتی سید باقر ارشد صاحب بنگلور مولانا محمد شوکت ثنا قاسمی صاحب (حیدرآباد ہند) کی ہے۔(۸۰) چوتھی تکییف پر ہونے والے اعتراضات وکالہ پر ہونے والے اعتراضات پہلے بیان ہوچکے ہیں، یہاں وکالہ اور کفالہ دونوں کو ایک ساتھ جمع کرنے کی صورت میں جو اعتراضات وارد ہوتے ہیں ان کو بیان کرنا مقصود ہے۔

۱۔جمع بین الوکالہ والکفالہ صحیح نہیں، فقہاء نے اس کی وجہ بیان کی ہے؛ چناں چہ کنز الدقائق کی شرح تبیین الحقائق میں علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں: اگر ایک شخص کا دوسرے پر دین ہوا اور اس کی ایک آدمی نے کفالت کرلی تو طالبِ دین نے کفیل کو وکیل بنایا اس دین پر قبضہ کرنے کا، تو یہ توکیل درست نہ ہوگی، اس لیے کہ وکیل تو وہ ہوتا ہے کہ جو دوسرے کے لیے کام کرتا ہے جب کہ یہاں اگر

اس وکالت کو درست قرار دیا جائے تو پھر وکیل اپنے لیے کام کرنے والا بن جائے گا، اس طور سے کہ جس دین کی اس نے کفالت کی تھی اب اسی پر قبضہ کرکے اپنا ذمہ بری کرنے کی کوشش کرنے والا ہوگا،لہٰذا اس سے رکنِ وکالت ختم ہوجائے گا تو کفیل کو وکیل بنانا بھی باطل ہوجائے گا۔(۸۱)

۲۔ وکالت اور کفالت کے مفہوم میں منافات ہے، کیوں کہ وکیل تو امین ہوتا ہے، جب کہ کفیل تو ضامن ہوتا ہے۔ (۸۲) ان اعتراضات سے واضح ہوا کہ وکالت اور کفالت دونوں ایک ساتھ کارڈ جاری کرنے کے عمل اور اس کے استعمال پر مکمل طور سے منطبق نہیں ہوتے،لہٰذا یہ تکییف بھی درست نہیں۔ (۸۳)

پانچویں رائے (کفالہ)

بطاقۃ غیر مغطاۃ کی فقہی تکییف میں پانچویں رائے ''کفالہ'' کی ہے، یہ رائے ڈاکٹر نزیہ حماد صاحب، (۸۴) ڈاکٹر محمد عبدالحلیم صاحب، (۸۵) ڈاکٹر عبداللہ سعدی صاحب، شیخ علی محی الدین القرۃ الداغی صاحب، ڈاکٹر محمد القری صاحب، (۸۶) مولانا خورشید احمد صاحب اعظمی صاحب، مفتی محمد عبدالرحیم قاسمی اور مولانا خورشید انور اعظمی صاحب وغیرہ کا ہے۔ (۸۷) چوتھی تکییف کفالہ پر ہونے والے اعتراضات: اس تکییف پر مختلف اعتراضات کیے گئے ہیں: ۱- کفالت (ضمان) چوں کہ شریعت اسلامی کی نگاہ میں ان اعمال بر میں سے ہے جن کے ذریعے بندہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے،لہٰذا اس پر کسی طرح کی اجرت لینا درست نہیں، اجرت چاہے کم ہو یا زیادہ، کسی بھی نام وعنوان سے لی جائے درست نہیں، چناں چہ علامہ صاوی نے ایک حدیث نقل کی ہے: ''ثلاثة لا تكون إلا للّٰه الجعل، و الضمان، و الجاه''. (۸۸) یعنی تین چیزیں صرف اللہ کے لیے ہوتی ہیں: انعام، ضمان اور مرتبہ۔ علامہ ابوبکر بن منذر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''أجمع من كل تحفظ عنه من أهل العلم على أن الحمالة بجعل يأخذه الحميل لاتحل ولا تجوز''. (۸۹) یعنی تمام اہلِ علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ تاوان یا خون بہا کی ادائیگی پر ضامن کی طرف سے لی جانے والی کوئی بھی اجرت جائز وحلال نہیں۔ کفالت (ضمان) کے اس اصل شرعی کی روشنی میں کریڈٹ کارڈ کا معاملہ جو کفالت کو متضمن ہے اس میں ضامن (یعنی بینک) کے لیے کسی طرح کی اجرت لینا جائز نہیں، چاہے کارڈ ہولڈر سے ہو یا تاجر سے یا ان دونوں کے علاوہ کسی تیسرے فرد سے، بہرحال اجرت لینا جائز نہیں (جب کہ عقد بطاقۃ میں صورت حال یہ ہے کہ بینک کارڈ ہولڈر اور تاجر دونوں سے اجرت لیتا ہے۔ (۹۰)

۲۔ فقہائے شافعیہ کفالت کے جواز کے لیے دین مضمون کا عقد کے وقت یقینی طور سے پائے جانے کو شرط قرار دیتے ہیں؛ کیوں کہ یہ ایک وثیقہ (قرض کا اقرار) ہے تو شہادت (گواہی) کی طرح ثبوت حق سے متقدم نہیں ہوسکتی۔(۹۱) چوں کہ عقد بطاقۃ میں بھی ثبوت دین سے قبل ہی عقد ہوجاتا ہے، اس لیے وہ درست نہیں۔

۳۔ کفالہ کی تکییف پر ہونے والے اعتراضات میں ایک بنیادی اعتراض یہ بھی ہے کہ کفالہ میں تو اصیل اور کفیل دونوں سے مطالبہ کرنا جائز ہے، جب کہ کریڈٹ کارڈ والے معاملے میں تاجر صرف کفیل یعنی بینک سے مطالبہ کرسکتا ہے، کارڈ ہولڈر سے مطالبہ کرنے کا حق نہیں، یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ بینک ادائیگی کرتا ہے اور کبھی ادائیگی سے پیچھے نہیں ہٹتا اور نہ ہی انکار کرتا ہے، لیکن کفالت کی صورت میں شریعت نے تاجر کو اصیل سے مطالبہ کا جو حق دیا ہے اس کو ختم کرنے کا کسی کو اختیار نہیں، چوں کہ بینک کے طے شدہ قواعد وضوابط کے تحت تاجر کارڈ ہولڈر یعنی اصیل سے مطالبہ نہیں کرسکتا، کیونکہ وہ تو کارڈ دکھا کر اپنے ذمہ سے بری ہوگیا ہے، تو اس صورتحال میں عقد بطاقۃ پر کفالہ کی تکییف صادق نہیں آتی۔ غرض اگر برأت اصیل کی شرط کو درست مان لیا جائے جیسا کہ حنفیہ اور مالکیہ کے یہاں ہے تو پھر یہ عقد بطاقۃ کفالہ سے نکل کر حوالہ میں داخل ہوجائے گا اور اس پر وہ تمام اعتراضات وارد ہوں گے جو حوالہ پر وارد ہوتے ہیں۔

۴۔ ڈاکٹر ابوسلیمان عبدالوہاب صاحب عقد بطاقۃ کی تکییف کفالہ سے کرنے پر ''مناقشہ'' کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عقد بطاقۃ کی تکییف میں کفالہ یا ضمان کا قول اس حد تک تو درست ہے کہ تاجر کا حق دین جو کارڈ ہولڈر کے ذمہ ہوتا ہے، اس کا ذمہ قبول کرتا ہے اور کفالہ اور ضمان کی طرح اس کے بھی تین اطراف ہوتے ہیں؛ لیکن یہ کہنا کہ کریڈٹ کارڈ کے نظام کے عقود کے سلسلے میں صرف کفالہ ہی تکییف پائی جاتی ہے تو یہ مسلّم نہیں؛ کیوں کہ اس صورت کا قائل ایک جہت سے کارڈ جاری کنندہ اور کارڈ ہولڈر کے درمیان ہونے والے عقد جب کہ دوسری جانب سے کارڈ ہولڈر اور تاجر کے درمیان پائے جانے والے عقد سے بھی غافل ہے۔(۹۲)

۵۔ فقہائے کرام کی عبارتوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کفیل کا انسان حقیقی ہونے کے ساتھ ساتھ مکلّف، صاحب تبرع اور غیر سفیہ ہونا بھی ضروری ہے، جب کہ عقد بطاقۃ میں کفیل کا انسان حقیقی نہ ہونا واضح ہے؛ کیوں کہ ماہرین معاشیات کے نزدیک بینک یا کارڈ جاری کرنے والے ادارے شخص قانونی (لیگل پرسن) کی حیثیت سے یہ سب امور انجام دیتے ہیں، شخصِ قانونی

کا غیر مکلّف ہونا بھی اظہر من الشّمس ہے اور جب وہ حقیقی انسان اور مکلّف نہیں تو صاحبِ تبرع کیسے بنے گا، غرض شخص قانونی کی بنیاد پر انجام دیئے جانے والے معاملات شرعی نقطہ نگاہ سے کس حدتک کہ گنجائش رکھتے ہیں، مذکورہ بالا امور کی روشنی میں اس کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے، لہٰذا اگر عقد بطاقہ میں کفالہ کی تکییف مان بھی لی جائے تو وہ اس اعتراض سے خالی نہیں۔

۶۔مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ پانچویں تکییف کفالہ کے بارے میں "المعايير الشرعية" کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ کفالہ کی تحقق میں تھوڑا سا اشکال ہے مجھے، وہ یہ ہے کہ کفالہ میں مکفول لہ متعین ہونا چاہیے اور یہاں مکفول لہ متعین نہیں؛ کیوں کہ جب کارڈ جاری کیا تو پتہ نہیں کہ یہ شخص کارڈ لے کر اس کو کہاں جاکر استعمال کرے گا؟ کس بائع سے خریدے گا؟ کس سے نہیں خریدے گا؟ یہ پتہ نہیں، تو کفیل کے لیے ایسی کفالت عامہ ہے جس کا مکفول لہ متعین نہیں تو ایک خرابی تو یہ ہے کفالت ماننے میں، دوسری خرابی یہ ہے کہ کفالہ کہتے ہیں "ضم الذمة إلى ذمة" کا مطلب یہ ہے کہ اس کفالت کی وجہ سے مدیونِ اصل بری نہیں ہوتا بلکہ دائن کو یہ حق حاصل ہوتا ہے چاہے اصیل سے مطالبہ کرے یا کفیل سے، تو جو اصیل ہے وہ کفالت کے بعد بری نہیں ہوتا اور اب اس صورتحال (کریڈٹ کارڈ) کا جو معاملہ ہوتا ہے، اس میں یہ بات طے شدہ ہے کہ جب خریدار نے کریڈٹ کارڈ دکھا کر دستخط کردیئے تو وہ بری ہوگیا، اب بائع اس سے مطالبہ کسی صورت میں نہیں کرسکتا، تو اس واسطے کفالت کے تحقق میں یہ اشکال ہے کہ مکفول لہ غیر متعین ہو، اصیل کا بری ہوجانا ان دو وجہوں سے اس کو کفالت نہیں کہہ سکتے۔ (۹۴)

کریڈٹ کارڈ کے عدم جواز پر علماء کی آراء

اس بارے میں بھی اپنی طرف سے کوئی تحقیق پیش کرنے کے بجائے میں انھیں علماء حضرات کی آراء اور تحقیق کو پیش کرنا زیادہ مناسب سمجھتا ہوں جنھوں نے اس کے عدم جواز پر مفصل کلام کیا ہے۔ ہمارے نزدیک ان علماء کی رائے زیادہ صائب ہے جو کریڈٹ کے عدم جواز کے قائل ہیں، دو وجوہات سے: ۱-ایک تو صلب عقد میں سود کی شرط کے پیشِ نظر، ۲-دوسرے تعامل کی وجہ سے کہ کارڈ لینے کے بعد اکثر لوگ سود میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے لکھا ہے کہ جس معاہدہ پر کارڈ ہولڈر اور بینک دستخط کرتے ہیں وہ فاسد ہے کیوں کہ اس میں فاسد شرط پائی جاتی ہے، وہ یہ کہ وقت متعینہ پر رقم کی ادائیگی نہ ہونے کی صورت میں اضافی رقم دینی ہوگی اور جس نے فاسد معاہدہ طے کیا وہ صرف طے کرنے ہی سے گناہ گار ہوجاتا ہے، چاہے حامل کارڈ "سود"

دے یا نہ دے؛ اس لیے کہ جمہور کے نزدیک مالی لین دین میں فاسد شرط اس کو فاسد کر دیتی ہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے حنابلہ کے مذہب کا ذکر بھی کیا ہے کہ ان کے نزدیک شرط فاسد سے عقد فاسد نہیں ہوتا، عقد صحیح ہوتا اور شرط خود فاسد ہو جاتی ہے، جب کہ مروجہ اسلامی بینکوں کے سلسلہ میں بعض حضرات نے حنابلہ کے مسلک کو پیش نظر رکھ کر جواز کے قول کو اختیار کیا ہے اور مسلم شریف میں وارد: ''من اشترط شرطاً ليس في كتاب الله فهوباطل و إن كان مائة شرط''. اور صحیحین میں وارد حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ سے استدلال بھی کیا ہے؛ لیکن چوں کہ یہ سب معاملات سودی ہیں، یا کم از کم شبہ ربا موجود ہے؛ اس لیے جمہور ہی کا قول احوط اور اسلم ہے۔ پھر ظاہر سی بات ہے کہ بینک کا مقصد صرف اور صرف نفع کمانا ہے، لوگوں کو خاص طور سے مسلمانوں کو سہولیات فراہم کرنا اس کا مقصد اوّلین نہیں؛ چناں چہ نفع کمانے کے لیے بینک نے طرح طرح کے حیلے ایجاد کر رکھے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔ ڈاکٹر زحیلی صاحب کریڈٹ کارڈ کے شرعی حکم کے تحت رقم طراز ہیں کہ اس کارڈ کے ذریعہ لین دین حرام ہے؛ اس لیے کہ یہ سودی قرضہ کے معاہدہ پر مشتمل ہوتا ہے، اس کا حامل اسے قسط وار سودی فائدے کے ساتھ ادا کرتا ہے۔(۹۴)

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کریڈٹ کارڈ وغیرہ میں جو مقررہ مدت کے بعد زائد سودی رقم وصول کی جاتی ہے اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ پندرہ روز کی مدت (بعض جگہ ایک مہینہ یا چالیس دن کی مدت) کے بعد ادائیگی کی صورت میں جو زائد رقم ادا کی جاتی ہے وہ سود ہے، سود خور کی نفسیات یہی رہی ہے کہ پہلے قرض دو تاکہ لوگ ہنسی خوشی نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر اسے لے لیں اور جب وقت پر ادا نہ کر سکے تو زائد ادائیگی کی شرط پر مہلت دے دو، زمانہ جاہلیت میں ربا کا یہی طریقہ کار مروج تھا جسے ربا نسیئہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مزید لکھتے ہیں کہ اس لیے حقیقت یہ ہے کہ قرض پر لی جانے والی زائد رقم سود میں داخل ہے، سود کا لینا بھی حرام ہے اور دینا بھی؛ اس لیے کریڈٹ کارڈ کا حاصل کرنا اصولی طور پر جائز نہیں ہے اور اس سے جو جائز سہولتیں متعلق ہیں وہ ڈیبٹ کارڈ سے حاصل ہو جاتی ہیں؛ اس لیے عام حالت میں اس کارڈ کے حصول کو ضرورت قرار نہیں دیا جا سکتا ہے، یہ خیال ہو سکتا ہے کہ اگر پندرہ دنوں کے اندر ہی رقم ادا کر دی جائے جس پر کوئی سود نہیں لیا جاتا تو اس لحاظ سے اسے جائز ہونا چاہیے؛ لیکن یہ بات درست نظر نہیں آتی؛ کیوں کسی معاملے کے جائز ہونے اور نہ ہونے کا مدار صرف نتیجہ پر نہیں ہوتا؛

بلکہ معاملہ طے پانے کی کیفیت پر ہوتا ہے، یہاں صورتِ حال یہ ہے کہ کریڈٹ کارڈ کا حامل اور بینک آپس میں معاہدہ کرتے ہیں کہ ایک خاص مدت کے بعد قرض واپس کرتے ہوئے سود بھی ادا کرنا ہوگا، گویا معاملہ میں سود کا لین دین شروع سے شامل ہے؛ اس لیے یہ معاملہ اپنے آغاز ہی سے نادرست قرار پائے گا۔ مولانا رحمانی صاحب نے مزید لکھا ہے کہ آج کل کاروبار کے دائرے کے وسیع ہوجانے کی وجہ سے بینک کے مختلف کارڈ کا استعمال بڑھتا جارہا ہے، مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس سلسلہ میں شرعی احکام وحدود کو ملحوظ رکھیں۔ (۹۵)

مفتی اعظم تیونس شیخ محمد مختار سلامی صاحب کریڈٹ کارڈ کی حرمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس قسم کو اکثر معاصر فقہاء نے حرام قرار دیا ہے؛ لیکن بعض فقہاء نے اس صورت کو حرمت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے کہ جب صاحب کارڈ یہ التزام کرے کہ وہ مطلوبہ رقم یکمشت اور وقت پر جمع کرے گا؛ کیوں کہ وہ اس عزم سے شرط کو ساقط کردینے والا ہوگا اور شرط ساقط ہونے پر معاملہ درست ہوتا ہے؛ اس لیے جس بنیاد پر یہ صورت حرام قرار پاتی ہے وہ ہے تاخیر سے رقم کی ادائیگی میں سود کا عائد کیا جانا جو یہاں متحقق نہیں ہوتی؛ لیکن میری رائے اس کے برعکس ہے، میرے خیال میں چوں کہ اس صورت میں کارڈ ہولڈر کو عقد کے وقت ہی معلوم ہوتا ہے کہ تاخیر کی صورت میں اس کو اضافی سود ادا کرنا ہوگا؛ کیوں کہ یہاں ثمن میں سود کی شرط ہے؛ اس لیے یہ حرام ہے، اسی طرح صاحب کارڈ کے التزام کا معاملہ غیر معلوم ہے؛ کیوں کہ مستقبل میں وہ اسے پورا کرپائے یا نہ کرپائے، یہ معلوم نہیں؛ اس لیے کہ مطالبہ کے وقت فی الفور رقم کی ادائیگی اسی صورت میں ہوسکتی ہے جب کہ اس کے پاس اتنی رقم مہیا ہو اور وہ حتمی صورت میں اتنی رقم کا مالک نہیں ہے؛ کیوں کہ رقم ابھی غیر موجود ہے۔ (۹۶)

ان حضرات کے علاوہ پروفیسر عبدالمجید سوسوہ، پروفیسر الصدیق محمد الامین الضریر، فقہ اکیڈمی ہند اور اس کے اراکین میں سے دارالعلوم ندوۃ العلماء کے استاذ مولانا محمد اعظم ندوی، المعہد الاِسلامی حیدرآباد ہند کے شعبہ علمی کے رفیق مفتی سید اسرار الحق سبیلی، جامعہ مظہر العلوم بنارس یوپی کے استاذ مولانا خورشید انور اعظمی، دارالعلوم ندوۃ العلماء کے استاذ تفسیر وفقہ مولانا برہان الدین سنبھلی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری پٹنہ کے قاضی مولانا عبدالجلیل قاسمی، مولانا عبداللطیف پالنپوری (۹۷) اور پاکستان کے علماء میں مفتی عبدالواحد صاحب (لاہور) وغیرہ نے مذکورہ معاملہ کو مقررمدت پر رقم ادا نہ کرنے کی صورت میں اضافہ کی

شرط فاسد کی وجہ سے عقد کو فاسد، جب کہ صلب عقد میں سود کے مشروط ہونے اور کریڈٹ کارڈ حاصل کرنے والوں کی اکثریت کے سود میں مبتلاء ہونے کے تعامل کی وجہ سے کریڈٹ کارڈ کو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

❁ ❁ ❁

حواشی:

(۴۰) بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي،ص: ۸۱.
(۴۱) بطاقة الائتمان للضرير،ص: ۱۱ ،مجلة مجمع الفقه الإسلامي : ۱۴۳۱/۱۲.
(۴۲) بطاقات الائمان للقري،مجلة المجع: ۷ / ۳۰۶ ، و بطاقات الائتمان البنكية،ص : ۸۰ .
(۴۳) بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام،ص:۱۵۱،۱۵۳۔
(۴۴) بطاقات الائتمان للزحيلي ،ص : ۷، بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام،ص: ۱۵۱،۱۵۳۔
(۴۵) بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام،ص: ۲۵،۶۲، ۲۴،۱۴۰، ۸۶،۱۸۰،۱۸۱، ۲۵۱۔
(۴۶) انعام الباری، کتاب الحوالات:۶/۴۹۱-۴۹۵۔
(۴۷) مجلة مجمع الفقه الإسلامي، ع ۱۵ :۷۷/۳.
(۴۸) بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام،ص: ۶۷۔
(۴۹) حوالہ سابق،ص:۲۵، ۲۴۵۔ اس بارے میں مزید اقوال اور دلائل راقم کی اس موضوع پر عنقریب طبع ہونے والی کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔
(۵۰) بطاقات الائتمان،ص: ۵۹.
(۵۱) البطاقات البنكية،ص:۱۳۶.
(۵۲) مجلة مجمع الفقه الإسلامي ، ع ۱۲، : ۵۶۷/۳.
(۵۳) قلعة جي ،المعاملات المالية المعاصرة:۱۱۷.
(۵۴) شرح منتهى الإرادات:۲۲۴/۲.
(۵۵) الدر المختارمع حاشية ابن عابدين ، كتاب البيوع ،فصل في القرض: ۴۰۶/۷،دار المعرفة .
(۵۶) الدكتورنزيه حماد،عقدالقرض في الشريعة الإسلامية ،الفصل الثاني: ۴۱-۴۵ ،دار القلم،دمشق.
(۵۷) مجلة مجمع الفقه الإسلامي، ع:۷:۱/۶۵۱ .
(۵۸) المرجع السابق:۶۵۱/۱ .
(۵۹) الجوانب الشرعية والمصرفية،ص: ۵۶.
(۶۰) مجلة مجمع الفقه الإسلامى:۶۶۸/۱ .
(۶۱) المرجع السابق:۶۵۷/۱.
(۶۲) حاشية ابن عابدين ،كتاب الحوالة : ۱۱ / ۴۳۲ دار الفكر.
(۶۳) المعاملات المالية المعاصرة:۱۱۶.
(۶۴) المرجع السابق.
(۶۵) مجلة مجمع الفقه الإسلامي ، ع ۷، ۱ / ۶۶۴.

(۶۶) بطاقات الائتمان البنيكة،ص:٩٠.
(۶۷) الزيلعي، فخرالدين عثمان بن علي، تبيين الحقائق شرح كنزالدقائق، كتاب الوكالة: ٥/٢٩٧، دارالكتب العلمية.
(۶۸) المرجع السابق،ص:٢٩٨،البطاقات البنكية ،ص : ١٩٩، ٢٠٠.
(۶۹) المصري ،رفيق يونس،مجلة مجمع الفقه الإسلامي، الدورة :٧، ع ٧، : ١/ ٦٨٢، ١٩٩٢م.
(۷۰) المرجع السابق : ١/ ٦٦٨.
(۷۱) المرجع السابق، ع ١٢، :٦٥٨/٣.
(۷۲) الاختيارلتعليل المختار: ٣/٢.
(۷۳) محمد عبدالحليم : الجوانب الشرعية والمصرفية ،ص :٥٤.
(۷۴) الدسوقي:حاشية الدسوقي على الشرح الكبير :٣/ ٣٢٥.
(۷۵) مجلة مجمع الفقه الإسلامي ،ع:١٢، :٣/ ٥.
(۷۶) الاختيار :٥/٣.
(۷۷) بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي ،ص:٩١، ٩٢. مزید تفصیل کے لیے راقم کی اس موضوع پر عنقریب طبع ہونے والی کتاب ملاحظہ فرمائیں۔
(۷۸) مجلة مجمع الفقه الإسلامي ،عدد٧:١/ ٦٧٢.
(۷۹) المرجع السابق ،عدد٨ :٢/ ٦٤٤.
(۸۰) بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے احکام ،ص: ۱۵۹، ۱۶۰، ۲۴۵۔
(۸۱) تبيين الحقائق :٤/ ٢٨١ دار المعرفة بيروت.
(۸۲) مجلة مجمع الفقه الإسلامي ،عدد٨:٢/ ٦٦٤.
(۸۳) بطاقات الائتمان البنكية في الفقه الإسلامي ،ص: ٩٣.
(۸۴) حماد نزيه، قضايا فقهية معاصرة،ص:١٤٦.
(۸۵) عمر، محمد عبدالحليم : الجوانب الشرعية ،ص: ٥٧.
(۸۶) مجلة ،مجمع الفقه الإسلامي ،عدد ١٢ ،٣/ ٦٦٠، ٦٢٨.
(۸۷) بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام ،ص: ۱۹۳، ۲۱۸، ۲۳۷۔
(۸۸) حاشية الصاوي على الشرح الصغير على أقرب المسالك مع الشرح الصغير: ٣/ ٤٤٢.
(۸۹) الاشراف على مذاهب أهل العلم : ١/ ١٢٠ ،وزارة الاوقاف والشؤن الإسلامية ، قطر ،الطبعة الثانية :١٤١٤هـ ـ ١٩٩٤م.
(۹۰) البطاقات البنكية ،ص؛ ١٨٦.
(۹۱) تحفة المحتاج :٥/ ٢٤٦،مغني المحتاج :٢/ ١٠.
(۹۲) البطاقات البنكية ،ص: ٢١٠.
(۹۳) المعايير الشرعية ،املائی افادات ١٤٢٠ هـ ، ص:١١٧.
(۹۴) بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام ،ص: ۷۰، ۷۲۔
(۹۵) حوالہ سابق ،ص: ۸۸، ۸۹۔ ۷۷
(۹۶) حوالہ سابق ،ص: ۱۳۲۔
(۹۷) بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام ،ص: ۹۲، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۸۳، ۱۸۵، ۲۳۰، ۲۳۷، ۲۵۹، ۲۶۲۔

❁ ❁ ❁